پاکستان میں احمدیوں پر ہونے والے مظالم اور احمدی مظلومین کے بارے میں حضور کی رؤیا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ر جون ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

کچھ عرصے سے میں نے خطبات میں پاکستان میں ہونے والے احمدیت پر مظالم کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ تھی کہ جن لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے وہ چونکہ ذکر بڑے دردناک ہوتے ہیں اس لئے بعض دفعہ آواز پر یا طرزِ کلام سے بیان کرنے والے کا دکھ بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور جن کے متعلق بات کی جاتی ہے وہ اس سے بھی زیادہ تکلیف محسوس کرتے ہیں اور متعدد بار خطوط کے ذریعے مجھے اس ذکر سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کہتے ہیں یا تو اس ضبط کے ساتھ بات کیا کرو کہ تمہارے دل کا اثر باہر نہ آئے یا جب بھی تم جذبات سے مغلوب ہوتے ہو تو ہمیں اتنی تکلیف پہنچتی ہے کہ جس تکلیف کا آپ ذکر کرتے ہیں وہ تکلیف اس کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہے۔ اس لئے اگرچہ جماعت کو دوسرے ذرائع سے باقاعدہ مطلع رکھا جا رہا ہے اور تمام دنیا کی جماعتیں باقاعدہ صورتحال سے باخبر ہیں لیکن خطبات میں میں نے اس لئے عملاً ذکر سے پرہیز کیا لیکن رات ایک رؤیا دیکھی جس کا اس مضمون سے تعلق ہے اس رؤیا کی وجہ سے میں نے سمجھا کہ اب مجھے پھر کسی خطبے میں اس ذکر کو چھیڑنا چاہئے۔ اس کا ذکر میں انشاء اللہ خطبے کے آخر پر کروں گا۔

جہاں تک مظالم کی داستان ہے یہ اسی طرح جاری ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ بعض لحاظ

سے بعض علاقوں میں شدت میں کچھ کمی لیکن بعض دوسرے علاقوں میں شدت میں اس سے بہت زیادہ زیادتی ہے اور مسلسل ایک منصوبے کے ساتھ مرکزی حکومت اس ظلم کو جاری رکھنے کی باقاعدہ ہدایات دیتی چلی جارہی ہے۔ ہر صوبے میں مرکزی حکومت سے جو چٹھیاں پہنچتی ہیں ان کی نقول جماعت تک بھی پہنچتی ہیں اور میرے پاس موجود ہیں۔ کوئی بھی ایسا مہینہ نہیں گزرتا جس میں باقاعدہ مہر لگی ہوئی دستخطوں کے ساتھ ہدایت جاری نہ ہوئی ہو کہ تم جماعت احمدیہ پر مظالم میں سست پڑ گئے ہو، مظالم کا لفظ تو استعمال نہیں کیا جاتا لیکن جماعت کے خلاف کاروائیاں کرنے میں تم ڈھیلے پڑ گئے ہو اور فلاں فلاں معاملات میں نہایت سختی کے ساتھ کاروائیاں کی جائیں۔ یہ تحریریں تو ایک لکھا ہوا ثبوت ہیں لیکن اکثر باتیں تحریر میں نہیں لائی جاتیں۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ جو زبانی ہدایات ہوتی ہوں گی یا ٹیلی فون کے اوپر جو جماعت احمدیہ کے اوپر مظالم کے بارے میں تلقین کی جاتی ہوگی وہ کس نوعیت کی اور کس شدت کی ہوگی۔ جو زہر تحریر میں گھل جاتا ہے اس سے بہت زیادہ شدت کا زہر الفاظ میں گھولا جاتا ہے یہ ایک طبعی امر ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ تحریر کے وقت انسان کچھ محتاط ہو جاتا ہے اس لئے آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان زبانی ہدایات میں کیا کچھ نہ ہوتا ہوگا۔ چنانچہ ابھی حال ہی میں جو واقعات ہوئے ان کے متعلق جب جماعت نے بعض افسران سے رابطہ کیا تو ان افسران نے بھی اگر چہ وہ تحریر نہیں دے سکتے اس بات کی لیکن زبانی کھل کے بتایا کہ بالکل بے اختیار ہیں ہمیں باقاعدہ مرکز سے براہ راست ہدائتیں ملتی ہیں اور صوبے سے اس کا تعلق نہیں ہے اور ہم جانتے ہیں ظلم ہے، ہم جانتے ہیں کہ بے حیائی ہے، ہم جانتے ہیں اس میں انسانی شرافت کا کوئی بھی پاس نہیں رکھا جاتا لیکن ہمیں آپ کمزور کہہ لیں، ہمیں بزدل کہہ لیں لیکن ہم مجبور ہیں ہم نے نوکریاں کرنی ہیں، ہماری ترقی کے رستے ہیں وہ بند کر دیئے جائیں گے اگر ہم تعاون نہیں کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

ابھی ہمارے بعض انگلستان کے دوستوں نے پاکستان کا دورہ کیا کچھ عرصہ پہلے اور ان کے تعلقات کا دائرہ بڑا وسیع ہے وہ جب مل کے آئے چوٹی کے افسروں سے تو انہوں نے یہی ذکر کیا خود۔ چنانچہ جو اطلاعیں نچلی سطح پر ہمیں ملتی ہیں ان کی تصدیق بہت بلند سطح کے افسروں سے بھی ہوئی انہوں نے کہا ہم بالکل بے اختیار ہیں، ہمیں تو باقاعدہ مسلسل یاددہانی کرائی جاتی ہے اور بعض دفعہ

معین ہدایت دی جاتی ہے۔ چنانچہ ڈی آئی جی پولیس فیصل آباد ریجن کی طرف سے یہ جو تحریری ہدایت جاری ہوئی کہ احمدیہ جماعت کے سربراہ اور دوسرے تمام چوٹی کے لیڈروں کے خلاف پرچہ درج کرو یہ ہدایت تحریری ہمارے پاس موجود ہے۔ اس سطح پر تو یہ تحریری ہدایات دینے پر مجبور ہو چکے ہیں یعنی یہ وہ باتیں ہیں جن کے متعلق ایک تھانیدار ایک سپاہی کو بھی تحریری ہدایت دینے پر آمادہ نہیں ہوتا کہ کلمہ کے خلاف پرچہ درج کرو یا بسم اللہ لکھنے کے خلاف پرچہ درج کرو بلکہ جہاں تک سپاہیوں کا تعلق ہے ان میں ایمانی غیرت زیادہ ہے اور حیرت کی بات ہے کہ افسروں کا یہ حال ہو چکا ہے اور ہر سطح کے افسروں کا یہ حال ہو گیا ہے لیکن ایک جگہ کی پولیس کے متعلق ابھی تازہ خبریں آئی ہیں کہ انہوں نے بالکل صاف انکار کر دیا ہے کہ کلمہ مٹانا ہے تو آپ مٹاؤ یا چوہڑوں کو لے کے جاؤ ہم یہ کام نہیں کر سکتے ہم مسلمان ہیں اور ہم کسی قیمت پر بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمیں کلمہ مٹانے کی نوکری ملی ہوئی ہے۔ اس لئے نوکری تم اپنے گھر رکھو اگر فارغ کرنا ہے فارغ کرو لیکن کلمہ ہم نہیں مٹائیں گے۔

چونکہ پاکستانی پولیس میں شروع سے ہی یہ روایات چلی آرہی ہیں کہ باقی کمزوریاں ہوں تو ہوں لیکن نماز کا معیار پولیس کا مجھے یاد ہے تقسیم سے پہلے بھی کافی اونچا ہوا کرتا تھا اور جتنے بھی تھانے تھے ان میں باقاعدہ نماز پڑھی جاتی تھی۔ کچھ اپنی دوسری زیادتیوں کے لئے شاید معافی مانگنے کی وجہ سے جو توجہ پیدا ہوتی ہے اس سے ان کو نماز کی طرف رغبت پیدا ہو گئی مگر بہر حال کسی وجہ سے بھی ہوئی ہو ایک روایت چلی آرہی ہے کہ شاید یہ اسی کی برکت ہے کہ نچلی سطح کا پولیس کا سپاہی بہت زیادہ شرافت دکھا رہا ہے اور اپنی نوکری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی وہ بہت سے مظالم سے باز رہتا ہے یا باز رکھنے کے لئے اپنے افسروں کو کہتا ہے لیکن اوپر کی سطح پہ ایسے واقعات شاذ کے طور پر ہیں۔

وجہ کیا ہے جو یہ اتنا لمبا عرصہ چل گیا ہے؟ یہ سوال اٹھتا ہے۔ جہاں تک میں نے تجزیہ کیا ہے اس کی بنیادی وجہ تو حکومت کی کمزوری اور یہ احساس کمتری جو دن بدن زیادہ شدت اختیار کرتا چلا جارہا ہے کہ ہم غاصب ہیں، ہم نے ملک پر قبضہ کیا ہوا ہے جبکہ عوام ہمیں نہیں چاہتے، عوام الناس کی بھاری اکثریت ہمیں رد کر چکی ہے۔ جس نام سے بھی ہم حکومت کرنا چاہیں یہ کھلی حقیقت ہے اور ملک جانتا ہے کہ ہم بے وجہ ناجائز حکومت پر قابض ہیں۔ اس احساس کمزوری کی وجہ سے وہ دو طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک وہ ہے جو سمجھتا ہے کہ اگر علماء کو خرید کر اور علماء کا ہیرو بن کر بار بار احمدیت پر مظالم

کئے جائیں تو عوام الناس کی توجہ ان مظالم کی طرف ہوگی اور بہت سا ایسا طبقہ جو اسلام سے کچھ محبت رکھتا ہے یہ سمجھے گا کہ اور کچھ نہیں تو کم سے کم اسلام کے ہیرو تو ضرور ہیں یہ، اسلام سے محبت تو ضرور ہے اور اس محبت کا صرف ایک ہی ثبوت ہے کہ احمدیت کی دشمنی کی جارہی ہے۔ اس کا اظہار یہ ہے کہ کلمے مٹائے جارہے ہیں، اس کا اظہار یہ ہے کہ انتہائی غلیظ گالیاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلسلے کے دیگر بزرگوں کو دی جاتی ہیں، اس کا اظہار یہ ہے کہ ہر جائز بات پر احمدیوں پر پابندی اور ہر ناجائز بات پر احمدیت کے دشمنوں کو آزادی اور انگیخت اور گالیاں دینے کے لئے زکوٰۃ کے پیسے ادا کئے جاتے ہیں۔

یہ اسلام کی محبت کا اظہار اور اسلام کی خدمت کا تصور ہے جو حکومت کے بعض بدنصیب چوٹی کے سربراہوں کا ذہنی تصور ہے، یہ ان کی ذہنی اُپچ ہے اور اس کے مطابق وہ سمجھتے ہیں اور شاید ایک حد تک درست بھی سمجھتے ہیں کہ نچلی سطح پر ملک کا ایک طبقہ ضرور ہے جو ان چیزوں کو انسانی خدمت سمجھتا ہے اس لئے ان کے ہم دل جیت سکتے ہیں۔ ان میں سے چند ایسے بھی ہیں جو ازلی بدنصیب ہیں۔ جو ہمیشہ سے جب سے دنیا قائم ہوئی ہے یہی اسی کام پر معمور ہیں کہ روشنی کے نام پر نور کے مخالفت کی جائے، حق کے نام پر سچائی کی دشمنی کی جائے۔ وہ بدنصیب ہیں ازلی ان کو تو تبدیل کیا ہی نہیں جاسکتا لیکن میں ان کو چھوڑ کر دوسرے طبقے کی بات کر رہا ہوں جن کے پیش نظر مصلحتیں ہیں۔

ایک بڑا طبقہ اوپر کے افسران کا خواہ سیاسی ہو یا دوسرے وہ ایسا ہے جو مذہبی ہیرو نہیں بننا چاہتا ان کو کوئی دلچسپی نہیں۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کو مذہب میں ہی کوئی دلچسپی نہیں لیکن سیاسی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ اگر موجودہ حالات میں جبکہ مولویوں کو ایک طرف سے کھلی چھٹی دی جاچکی ہے اور علماء جانتے ہیں کہ انتہائی اوپر کی سطح پر ان کے براہ راست رابطے ہیں اگر ہم نے ان کو اس وقت دبانے کی کوشش کی تو اوپر سے بھی مار پڑے گی اور نیچے سے بھی مار پڑے گی۔ اس لئے وہ مصلحت کا تقاضا یہی سمجھتے ہیں کہ اس معاملے میں بالکل خاموش رہیں۔ ان میں بعض بڑے شریف لوگ بھی ہیں جن کا جماعت سے پرانا دیرینہ تعلق چلا آرہا ہے، کچھ بالکل لامذہب ہیں ان کو پرواہ ہی کوئی نہیں کہ مذہب ہوتا کیا ہے لیکن اس موقع پر مصلحتاً وہ خاموشی بہتر سمجھتے ہیں اور جب ان کی وساطت سے بعض احکام جاری ہوتے ہیں تو ان میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ ان احکامات کو

روک دیں یا افسران بالا کو سمجھائیں یا ماتحت لوگوں کو کہیں کہ ہاں ہم مجبوراً جاری کر رہے ہیں لیکن تم سنجیدگی سے اس بات کو نہ لو۔اس لئے یہ سارے حالات ہیں جو ان مظالم کو جاری رکھنے میں ایک طرح سے ممد ہیں اور ان کے بہت لمبا عرصہ تک جاری رہنے کے ذمہ دار ہیں۔

جہاں تک مولویوں کی سطح کا تعلق ہے اس کے متعلق میں اس وقت تفصیلی بحث میں نہیں جانا چاہتا بہت سے اس کے محرکات ہیں، بہت سے ایسے اسباب ہیں بیرونی اور اندرونی یعنی بیرونی ممالک سے تعلق رکھنے والے بھی اور اندرونِ پاکستان سے بھی جن کے نتیجے میں علماء کے بعض طبقے ہیں جو مسلسل اس کام پر مامور ہو چکے ہیں اور ان میں بھی پھر بد دیانتی والے ایسے لوگ ہیں جن سے پیسہ کھاتے ہیں ان کے خلاف بھی ہو جاتے ہیں، جن کی رسی پہ ناچتے ہیں خود ان کو بھی کاٹتے ہیں۔ چنانچہ اب علماء کا ایک ایسا طبقہ انہیں لوگوں میں سے ہے جن کو صدر مملکت نے بہت شہ دے کر اور بہت سینے سے لگا کر احمدیت کی مخالفت پر مامور کئے رکھا، اب وہ اسی صدر مملکت کو اتنی غلیظ گالیاں دے رہے ہیں کہ ناقابلِ برداشت ہیں اور ایسے ایسے بے ہودہ ذلیل الزام لگا رہے ہیں کہ ہماری تو دوستی نہیں ہے لیکن ہم شریف النفس لوگ ہیں، ہمیں سچائی کی تربیت ہے، ہم جانتے ہیں کہ بالکل جھوٹ ہے مثلاً کھلے بندوں بڑے پبلک جلسوں میں یہ اعلان کیا جا رہا ہے بعض جگہ کہ گوجرانوالہ میں جس شخص نے ایک مردہ لڑکی کو نکال کر اس کے ساتھ اپنی شہوت کو بجھانے کی کوشش کی اور انتہائی خبیث قسم کا ظلم کیا وہ صدر ضیاء الحق صاحب کا رشتہ دار ہے۔ جھوٹے اور ظالم لوگ ہیں، ہم جانتے ہیں کہ احمدیت کے اوپر بھی اسی قسم کے الزام لگایا کرتے تھے بے وجہ، بالکل بے تعلق نہ کسی کا کوئی حق ہے ایسی بکواس کرے یہ تو حکومت کا کام ہے تحقیق کرے اور اگر حکومت کے افسران ملوث ہوں تو دوسرے آدمیوں کو بھی بغیر تحقیق کے اس قسم کی بات کا حق ہی کوئی نہیں لیکن وہی جھوٹے جو ہم پر مامور کئے گئے تھے اب ان کے اوپر مامور ہو چکے ہیں اور یہ تو میں نے ایک مثال دی ہے ایسی ایسی مغلظات بولی جا رہی ہیں دین کے نام پر مسجدوں کے منبروں پر کھڑے ہو ہو کے کہ آدمی حیران ہوتا ہے کہ لوگوں کو کچھ اندازہ ہی نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہونے والوں سے کچھ اور توقعات کی جاتی ہیں۔ مساجد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی تھیں لیکن سارا معیار گر چکا ہے جب اوپر سے معیار گرا ہوا ہو تو نچلی سطح کا معیار تو لازماً اور بھی نیچے گرنے والی بات ہے۔

ویسے حال ہو چکا ہے مذہبی معیار کا گرنے کا جہاں تک تعلق ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص پیر صاحب کے پاس گیا تو وہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور سامنے والی چارپائی پر غریب بیٹھ گیا۔ پیر صاحب نے بھی بڑی ناراضگی کا اظہار کیا اور ساتھیوں نے تو اس کو مارنا بھی شروع کر دیا کہ بڑے ذلیل آدمی ہو تم ہوتے کون ہو پیر صاحب کے مقابل پر اونچا بیٹھنے والے؟ اس نے کہا جی! میں غریب آدمی ایک طرف دوسری چارپائی پر بیٹھا ہوں سرہانے نہیں میں پائنتی کی طرف ہو جاتا ہوں مگر اس میں حرج کیا ہے؟ انہوں نے خوب اچھی طرح مارا کہ تمہیں ادب ہی کوئی نہیں ہے تمہیں پتا ہی نہیں ہے کہ پیر کے مقابل پر برابر نہیں بیٹھا کرتے۔ وہ بیچارہ ایک دن آیا تو پیر صاحب زمین پر فرش بنا کے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا کدال چاہئے، کدال مانگا اور سامنے جگہ کھودنی شروع کر دی۔ انہوں نے کہا پاگل ہو گئے ہو کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا میں گڑھا کھود کے نیچے بیٹھنا چاہتا ہوں کیونکہ پچھلی دفعہ جو میری بے عزتی ہوئی تھی اور مار پڑی تھی اب میں دوبارہ تمہیں اس کا موقع نہیں دینا چاہتا پیر کے مقابل پر میں نہیں بیٹھ سکتا اس سطح پر اس لئے اگر وہ زمین پر بیٹھا ہے تو مجھے گڑھا کھود کر نیچے اترنا پڑے گا۔

جہاں تک مذہبی تصورات کا معیار ہے، جہاں تک اسلام کا تصور پایا جاتا ہے آج پاکستان میں اس کا اب یہ حال ہو چکا ہے۔ جہاں بلند تر تصور رکھنے والا زمین کی سطح پر اترا ہوا ہو وہاں عوام الناس بیچارے گڑھے کھود کر نیچے اتریں گے۔ اس لئے ان کی یہ رائے بعض لوگوں کے حق میں درست ہے کہ جتنی بے ہودہ حرکتیں اسلام کے نام پر کی جائیں گی اتنا ہی زیادہ بے ہودہ حرکتیں کرنے والا اسلام کا ہیرو سمجھا جائے گا لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اب یہ سلسلہ اور رنگ سے چل چکا ہے۔ جماعت کے خلاف بھی جاری ہے اور آپس میں بھی ایک دوسرے کے خلاف جو ہاتھ کھل چکے، ہیں جو زبانیں بے ادب ہو گئی ہیں، جن لوگوں کو عادت پڑ چکی ہے جھوٹ بولنے کی اور جانتے ہیں کہ الزام لگانے کے نتیجے میں کوئی سرزنش نہیں کی جاتی۔ ان کو اب روکا تو نہیں جا سکتا۔ اب تو جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اب یہ حکایت عام ہوئی ہے ''سنتا جا شرماتا جا'' وہی کیفیت ہے۔ صرف شرماتا جا کا لفظ زیادہ ہے کیونکہ یہاں شرماتے جا کا کوئی تعلق نہیں رہا باقی۔ ادنیٰ شرم اور حیا بھی ہو تو کوئی اپنے ملک اور اپنے وطن پر یہ ظلم نہیں کر سکتا کہ اس قسم کی بے حیائیوں کو ترویج دے اور ان کو شہ دے اور سارے ملک کا

دیوالیہ پٹ جائے اور کوئی حس نہ ہو، کوئی ادنیٰ سا بھی احساس نہ ہو کہ میں نے اس ملک کو کہاں سے پکڑا تھا اور کہاں پہنچا چکا ہوں۔ لیکن جہاں تک جماعت کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے مظالم جاری ہیں اور جماعت کو بزدل اور کمزور بنانے کی بجائے اور زیادہ جرأت بخشتے چلے جا رہے ہیں، حوصلہ دے رہے ہیں۔ بعض لوگ بعض جگہ تھک بھی چکے ہوں گے لیکن پھر جب ان کو سنبھالا جاتا ہے، ان سے بات کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی جلدی حوصلہ پا جاتے ہیں اور میری خواب میں وہی مضمون ہے جس کا میں آئندہ ذکر کروں گا۔

لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اکثر تو یہ حالت ہے کہ جن کے دکھ کا تذکرہ کریں وہ اس تذکرے پر اور بھی دکھ محسوس کرتے ہیں، یہ احمدیت کی سچائی کی ایک عظیم الشان دلیل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی لیڈر شپ میں اس قسم کی محبت اور ایثار کا کوئی تعلق آپ کو دکھائی نہیں دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے زمانے میں جب ایک صحابی کو جو غالباً ان ستر صحابہ میں سے ایک تھا، جو حفاظ بھجوائے گئے تھے ایک وفد کے طور پر، ان کو جب شہید کیا جانے لگا تو ایک شخص نے مجمع میں اس کی شہادت سے پہلے اس سے پوچھا کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ اب تو تمہارا دل ضرور چاہتا ہوگا کہ تمہاری جگہ **نعوذ باللہ** حضرت محمد مصطفی ﷺ ہوتے، اس نے تو خالی محمد ہی کہا اور تم ان کی جگہ آرام سے مدینے میں بیٹھے ہوتے۔ اس نے کہا تم یہ کیا بات کر رہے ہو؟ خدا کی قسم! میرا تو یہ بھی دل نہیں چاہ سکتا، میں تو اس کا بھی تصور نہیں کر سکتا کہ یہاں تم میری جان بخشی کر دو اور اس کے بدلے محمد رسول اللہ ﷺ کو مدینے کی گلیوں میں ایک کانٹا بھی چُبھ جائے، میں تو اس سودے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں۔ (سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۰)

پس اگر کسی قوم میں جو آنحضرت ﷺ کی طرف وابستہ ہوتی ہو خلوص ہو اور رسول اکرم ﷺ سے پیار ہو اور آپؐ کی تربیت کے نیچے ہو اس قوم میں تو ایسے واقعات پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کے غلاموں کا ہی حُسن ہے اس کے سوا آپ کو یہ حُسن دنیا میں نہیں دکھائی دے سکتا دوسرے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان پاکستان کے حالات میں کثرت کے ساتھ صحابہ کے اس خلق کو دوبارہ زندہ کر دینا اور وہ ماضی کے قصے جو ہم سنا کرتے تھے ان کو حال کی دنیا میں اتار لینا آسمان سے یہ آنحضرت ﷺ کے سچے غلاموں کے سوا کسی کو توفیق مل ہی نہیں سکتی۔

پس جتنا یہ ہمیں ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے کاٹ کر دور پھینکنے کی

کوشش کرتے ہیں اتنا ہی جماعت اور زیادہ تیزی کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے قدموں کی طرف لپکتی اور آپ سے چمٹ رہی ہے، کوئی دنیا کی طاقت آنحضرت ﷺ سے جماعت کی محبت کو مٹا نہیں سکتی جماعت کے تعلق کو کاٹ نہیں سکتی۔ ہر اس کوشش کے نتیجے میں ایک ردّ عمل پیدا ہوتا ہے جماعت اور بھی زیادہ اپنے آقا و مولا کے قدموں میں قریب تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ ہے وہ صورتحال اور جو بدنما کریہہ المنظر اسلام کے نام پر ہونے والے واقعات ہیں ان کا نقشہ بھی سن لیجئے۔

ابھی چند دن پہلے علی پور چٹھہ میں پولیس کی معیت میں، پولیس کی حفاظت میں چند ملانوں اور ان کے شاگردوں کا ایک ٹولہ مسجد پر حملہ آور ہوا اور باقاعدہ پولیس ساتھ ان کے مددگار تھی اور اس بات کی نگران تھی کہ کوئی احمدی اپنے دفاع میں ان کو ضرب نہ لگادے اور سارا مربی کا سامان اور مسجد کا سامان، قرآن کریم اور ایسی کتابیں جن میں قرآن کریم کی آیات یا احادیث درج تھیں ان کی انتہائی طور پر ہتک کی گئی۔ جو بھی رویہ اختیار کیا گیا وہ تفصیل بیان کرنے سے انسان گھبراتا ہے، تکلیف محسوس کرتا ہے۔ بالآخر کوڑا کرکٹ کی طرح اکٹھا کر کے ان کے ڈھیر کو آگ لگادی گئی اور یہ ہے اسلام کی محبت اور اسلام سے عشق کا مظاہرہ جو اس وقت پاکستان میں ہورہا ہے اور کسی کو وہم بھی نہیں آتا کہ یہ اسلام نہیں ہے یعنی بدبختی کا حال یہ ہے کہ اتنا ظلم کر کر کے، اتنی بار بار ایسی بیہودہ باتیں کر کر کے عوام کے مزاج کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ وہ بیچارے سچ مچ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد ہم جنت میں جانے کے لائق ہو جائیں گے۔ گویا کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس زمانے میں تو ایسے لوگ پیدا نہیں ہو سکے لیکن چودہ سو سال کے بعد **نعوذ باللہ** خدا تعالیٰ آپ کو ایسے غلام عطا کرے گا جو مسجدوں پر حملے کریں گے، قرآن کریم کی بے عزتی کریں گے، ان کو جلائیں گے، لوگوں کے مال لوٹیں گے اور ظلم کریں گے عوام الناس پر، بچوں پر، عورتوں پر۔ ایسے لوگ جب پیدا ہوں گے اس وقت اسلام کامیاب ہوگا۔

یہ تصور ہے جو یہ آج اسلام کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ اپنے جو دماغ بگڑ گئے یا مسخ ہو گئے اس حد تک بات رہنے دیتے تو اور بات تھی۔ کھلے بندوں علماء یہ تقریریں بھی کر رہے ہیں اور یہ تحریریں بھی چھپوا کر شائع کر رہے ہیں ساری دنیا میں کہ یہی اسلام ہے، اسی کے نتیجے میں جنت کی ضمانت دی جائے گی اور بعض بدنصیب تو یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ تم جتنا زیادہ ان باتوں میں آگے

بڑھو گے اتنا ہی زیادہ جنت میں آنحضرت ﷺ تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے اور تمہارے استقبال کے لئے نعوذ باللہ من ذالک تشریف لائیں گے تو کوئی بھی اعلیٰ قدر ایسی نہیں جس کے زندہ رہنے کے امکان باقی چھوڑے جارہے ہوں۔ ہر تصور مسخ کر دیا گیا ہے، ہر عمل بگاڑ دیا گیا ہے۔

اب مردان ہی سے دوبارہ اطلاع ملی وہ مسجد جسے شہید کر دیا گیا تھا لیکن اس کے ساتھ یہ فرق ہے کہ سامان کو آگ نہیں لگائی گئی لوٹ لیا گیا یہ تھوڑا سا زیادہ عقل کا نمونہ دکھایا ہے مردان والوں نے کہ مال پلید ہوگا تو نیک لوگوں کے استعمال میں آکر صاف ہو جائے گا جلانے کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ انہوں نے صرف قرآن کریم پھینکے ہیں اور جو پنکھے یا قالین وغیرہ اس قسم کی چیزیں جو انسانی استعمال کی ہوسکتی تھیں وہ اُٹھا کر لے گئے۔

اسی دن اس واقعہ سے پہلے تمام احمدیوں کو بلا استثناء اس میں فوج کے بڑے بڑے افسران بھی شامل تھے قید کر کے تھانے پہنچا دیا گیا تا کہ یہ دفاع کر کے کوئی امنِ عامہ کے لئے خدشہ کا موجب نہ بن جائے اور ان لوگوں پر مقدمے کئے گئے خصوصاً ان میں سے جو کوئی بھی کسی رنگ میں صاحب اثر تھے۔ ابھی چند دن پہلے ان میں سے ایک وہاں کے معزز دوست قاضی محمد اکبر صاحب جو پہلے میجر ہوا کرتے تھے ان کے بھائی کرنل اکبر مرحوم بھی بڑے مخلص اور فدائی احمدی اور فوج میں ایک اچھا مقام حاصل کرنے والے انسان تھے۔ بنگال میں جب جنرل اعظم خان کی حکومت تھی تو ان کے وہ Second in Command تھے وہاں عملاً اور جنرل اعظم ان کی بہت عزت کرتے تھے بہت اعتماد کیا کرتے تھے، بڑے بہادر، دلیر، مخلص احمدی۔ اس خاندان کا وہاں بڑا اثر ہے مردان میں اور بہت مدتوں سے سالہا سال سے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بیسیوں سال سے وہاں کے معزز ترین خاندانوں میں شمار ہوتا ہے اور اہل مردان پہلے عام حالات میں تو سوچ بھی نہیں سکتے کے ان کے خلاف کسی قسم کی نامناسب کاروائی کریں یا میلی آنکھ سے دیکھیں۔ تو ایسے لوگوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے اب طریق یہ بن گیا ہے کہ ملاں لوگ باہر سے آدمی لاتے ہیں کیونکہ اہل مردان اپنی پرانی روایات کے تابع اور اس خیال سے کہ ہمارے گھر کے معزز لوگ ہیں ہم کیوں ان کے خلاف کوئی بُری بات کریں، وہ ملا کے اشتعال دلانے کے باوجود بھی ایسی بیہودہ حرکتوں سے باز رہتے ہیں۔ چنانچہ ابھی بھی ایسا ہوا کہ جب اس مقدمے میں جو جھوٹا مقدمہ ان پر اس مسجد کے انہدام کے بعد بنایا گیا۔

پیشی دے کر واپس آرہے تھے تو رستے میں ان کی کار روک کر ان پر حملہ کیا گیا اور شدید زخمی کیا گیا، ان کے بھتیجے کو بھی شدید زخمی کیا گیا اور چونکہ ان پر حملہ ہوا تھا اور یہ امنِ عامہ کے لئے خدشہ تھا اس لئے ساتھ ہی ان کو دوبارہ قید کر دیا گیا اور باوجود کوشش کے ضمانت بھی نہیں دی گئی۔

یہ جس ملک میں انصاف کا تصور ہو، جس ملک میں انسانی عدل اور تقویٰ کا یہ معیار ہو، ساتھ میں یہ دعویٰ کرے کہ ہم ایک عظیم الشان مسلمان اسلام کی خدمت کرنے والی حکومت ہیں اور اس سے پہلے کبھی اسلام کی ایسی خدمت کرنے والے لوگ نہیں آئے تھے۔ ایسا دجل، ایسا جھوٹ ہے کھلا کھلا فساد ہے کہ بہت سے ملک کے اندر رہنے والے لوگ اس کو سمجھ بھی چکے ہیں مگر کچھ کر نہیں سکتے۔ جہاں تک بیرونی دنیا کا تعلق ہے چونکہ ان کی زبانیں کھل چکی ہیں کھلم کھلا صاف انکار کر دیتے ہیں کہ ایسی کوئی بات ہوئی نہیں۔ ابھی وہاں میں نے وہاں پریس کانفرنس میں زیورچ میں جو بیان دیا تو رائٹر وغیرہ نے کافی چھان بین کے بعد مجھ سے کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے تک بحث کی جب وہ پوری طرح مطمئن ہوگئے تو اس کے بعد انہوں نے بہت اچھی خبر یہ تمام دنیا میں مشتہر کی اور وہ سوئٹزرلینڈ کے بڑے اخباروں میں بھی چھپی، باہر کی دنیا میں بھی کہ ہو کیا رہا ہے اس وقت اس کی تفصیل تھی۔ اس پر پاکستان کے Ambassador صاحب کا بیان آیا کہ بالکل جھوٹ ہے ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ اتنا امن ہے پاکستان میں خصوصاً احمدیت کے معاملے میں، نہ ان کے جلسوں پر پابندی، نہ ان کی مساجد پر کسی قسم کی پابندی، نہ ان پر کوئی اور ظلم اب یہ پتہ نہیں کیا مرزا صاحب بیٹھے بیان دیتے رہتے ہیں لیکن ہمارے ملک میں تو یہ نہیں ہو رہا۔ بالکل صاف انکار کر دیا اور چھپی ہوئی ان کی کتابیں ان کی تحریریں حکومت کے بیانات سب موجود ہیں اور پریس کو ہم نے دکھائے ہیں حالانکہ وہ بھی حیران ہوتے ہوں گے کہ کس قسم کا ملک ہے کوئی شرم نہیں ہے جھوٹ بولنے میں اور ابھی حال ہی میں اتنی مسجدوں کے انہدام کے باوجود، لوٹنے کے باوجود، ہزاروں احمدیوں کو کلمہ کے جرم میں یا مسجدوں کی حفاظت کے ظلم میں جیلوں میں بھجوانے کے باوجود ابھی چند دن ہوئے مذہبی امور کے وزیر صاحب کا ایک بیان چھپا ہے یہاں جنگ میں بھی چھپا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمارے ملک میں تو جو خاص خوبی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اقلیت کے حقوق کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ تو ایسی چیز ہے جو ہماری اصولی بات ہے اس سے ہم ہٹ ہی نہیں اور سب سے بڑھ کر ان کے عبادتگاہوں کا جو احترام ہم کرتے ہیں

ویسا کوئی دنیا میں نہیں کرتا۔ ہم نے خاص فنڈ رکھے ہوئے ہیں ان کی عبادتگاہوں کی مرمتوں وغیرہ کے لئے بھی۔ وہ فنڈ جو غالباً بچارہے ہیں ابھی کیونکہ اتنا مرمتیں ہونے والی ہیں مسجدوں کی مسجدیں مسمار ہوگئیں تو تھوڑے سے فنڈ سے تو نہیں اب وہ بن سکتیں۔

تو جو بھی ان فنڈوں کی شکل ہے ہمیں پتا نہیں کہ کہاں پڑے ہوئے ہیں کس غرض کے لئے استعمال ہوتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو ہم بڑی شان کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں اور اسلام نے یہ ہمیں قدر عطا فرمائی ہے، اسلامی قدروں کے محافظ تھے نہ وہ مذہبی امور کے وزیر۔ کہتے ہیں ہمارے ہاں تو بہت ہی احترام کے ساتھ اقلیتیں اور ان کے معابد خاص طور پر دیکھے جاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ خبر آئی ہے کہ اسی مسجد کے کیس میں جو منہدم پڑی ہے، جو بیچارے وہ لوگ جو جن پر پہلے بھی ظلم کیا گیا تھا ان پر مزید ظلم کیا جاتا ہے، مزید ان کو زخمی کیا جاتا ہے اور اس کے بعد شدید گرمی میں اندھیری کوٹھریوں میں مقید کیا گیا جہاں کوئی پنکھا نہیں اور کوئی انسان کو گرمی سے بچانے کا سامان نہیں تھا، ہوا تک نہیں چلتی اور ضمانتیں نامنظور کی جارہی ہیں۔

یہ ہے موجودہ حکومت کی اسلام دوستی یا انسان دوستی اور اس طرح یہ جن کو وہ اقلیت سمجھتے ہیں ان کے حقوق کی حفاظت کر رہے ہیں یا پھر دوسری شکل یہ ہوگی کہ انہوں نے ہمیں اقلیت قرار دینے سے توبہ کر لی ہوگی مگر ہمیں بتایا نہیں ابھی تک یعنی اقلیتوں سے تو یہی سلوک کرتے ہوں گے سکھوں سے، ہندوؤں سے، عیسائیوں سے لیکن دل میں جانتے ہیں کہ احمدی اقلیت نہیں اور دل میں پوری طرح اچھی طرح مطمئن ہیں کہ احمدی ہیں مسلمان ہی اقلیت نہیں ہیں اس لئے مسلمان مسلمان سے جو چاہے کرے اس سے کیا فرق پڑتا ہے اسلام صرف اقلیتوں پر ظلم کرنے سے باز رکھتا ہے۔ شاید یہی دل کی آواز ہو جس کے نتیجے میں ان کے عمل میں یہ دوغلا پن پیدا ہو گیا ہے۔

مگر بہر حال یہ بھی شکل ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ بڑی ہمت اور استقلال کے ساتھ شدید مظالم کے سامنے سینہ سپر ہے اور ہرگز کسی قسم کے ظلم اور استبداد سے ڈرنے والی جماعت نہیں ہے۔ ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی کرتی چلی جارہی ہے اور اگر کچھ لوگ کہیں جماعت سے مرتد ہوئے ہیں تو جب بھی ہم نے تحقیق کرائی ان میں وہی لوگ نکلے جو اس سے پہلے جماعت سے بعض جرائم کے نتیجے میں پہلے ہی علیحدہ کر دیئے گئے تھے یا دل میں بددیانتی تھی،

نفاق تھا، چندوں کے ڈر سے اور کئی قسم کی ذمہ داریوں کے ڈر سے پہلے ہی کٹ کے الگ ہو چکے تھے۔ کچھ ایسے تھے جن میں گندی عادتیں تھیں نشے کی یا دوسری چوری، مالی لین دین میں خرابیاں۔ تو عجیب بات ہے کہ جو بھی نیک لوگ ان کے نزدیک جماعت سے مرتد ہو کر توبہ کر کے اسلام میں داخل ہوتے ہیں وہ کریکٹر کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کی ادنیٰ ترین سطح سے بھی تعلق نہیں رکھ سکے اور آخر خود ہی کٹ کے پہلے الگ ہو چکے تھے اور پھر اس پر ایسا فخر کیا جاتا ہے کہ اخباروں میں چھپتا ہے کہ پھر ان کے لئے دیگیں پکائی گئیں، ان کو ہار پہنائے گئے، مٹھائیاں تقسیم ہوئیں، گلے لگے اور ہمیں ہنسی آتی ہے تم ایک جیسے ہو ملتے رہو، آپس میں گلے لگتے رہو کیا فرق پڑتا ہے۔ شرم چاہئے کس قسم کے لوگ تم لے رہے ہو جن پر فخر کر رہے ہو۔ اس دور میں جو تم سے ہم لے رہے ہیں ان کے منہ پر تو دیکھو کیسا نور ہے ان کے چہروں پر کتنی عظمت ہے کہ ہاروں کے لئے نہیں، مٹھائیاں تقسیم کروانے کے لئے نہیں بلکہ ماریں کھانے لئے وہ حق کو قبول کر رہے ہیں، شدید ذلتیں اٹھانے کے باوجود حق کو قبول کر رہے ہیں۔ یہ ہوتے ہیں وہ وجود جو لینے کے لائق ہوتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جب کسی جگہ داخل ہوں تو ان کے داخل ہونے سے عزتوں میں اضافہ ہوا کرتا ہے، وہ اس لائق ہوتے ہیں کہ ان کا استقبال کیا جائے لیکن ہمیشہ ان کے استقبال دنیاوی شاہانہ طریقوں پر نہیں ہوئے بلکہ اس طرح یہ لوگ ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ ہجرت کر کے گئے کہ ان کے پیچھے پتھر مارنے والے، گالیاں دینے والے، ان معززین کو ذلیل کرنے والے لوگ پیچھے غول در غول لگے رہے اور ہونا بھی یہی چاہئے کیونکہ دنیا میں سب سے معزز وجود نبی کا ہوا کرتا ہے اور سب سے ظالمانہ استقبال نبی کا ہوا کرتا ہے۔ نبی کے آنے پر دیگیں نہیں چڑھائی جایا کرتیں، نبی کے آنے کے وقت مٹھائیاں نہیں تقسیم کی جاتیں۔ نبی وہ ہوتا ہے جو قوم کا ادنیٰ نہیں بلکہ سب سے اعلیٰ وجود ہوتا ہے نبوت سے پہلے اور لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تو نظریں تم پر لگی ہوئی تھیں، ہماری تو امیدیں ہی تم سے وابستہ تھیں تم نے یہ کیا کر دیا۔ ان کے دل کی آواز بتاتی ہے کہ ان میں سے بہترین ہے جو ان کو چھوڑ کر خدا کی خاطر کسی اور طرف ہجرت کر گیا ہے۔

چنانچہ اس واقعہ کے بعد نبی کی تمثیل میں اس کی پیروی میں جو بھی آتے ہیں ایسے ہی آتے ہیں لیکن یہ نہیں ہوا کرتا کہ قوم کا وہ حصہ جو اخلاقی لحاظ سے ادنیٰ ترین ہو، جو رفتہ رفتہ خود ہی بے تعلق ہو کر اس لئے ہٹ گیا ہو کہ اس میں اخلاقی ضابطوں کی پابندی کی طاقت نہ ہو۔ وہ سمجھتا ہو کہ اس

جماعت کے ساتھ وابستہ رہیں گے تو ہم سے بعض بلند تر اخلاقی توقعات کی جائیں گی اس لئے وہ چور بن گیا ہو جماعت کا۔ وہ الگ ہو جائے اور خوشیوں کے شادیانے بجائے جائیں یہ کون سی عقل ہے؟ یہ کون سا دین ہے؟ کہاں پہلے کبھی انبیاء کے زمانے میں ایسے واقعات ہوئے ہیں؟ لیکن یہی ان کا ماحصل ہے۔ ساری کوششوں کے بعد اگر چند گنتی کے آدمی انہوں نے پکڑے اور جن کی اشتہار بازیاں کی گئیں وہ ایسے ہی نکلے اور ہر اشتہار میں جھوٹ شامل رہا۔ ہر اعلان میں اکثر وہ لوگ تھے جو غیر احمدی ہوئے ہی نہیں ان کے نام زبردستی داخل کر دیئے گئے ادھر اعلان ہوتا تھا ادھر دوڑے دوڑے وہ ربوہ آتے تھے کہ جھوٹ اندھیر ہے ہم تو خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہیں۔ ہمیں جو چاہیں کریں ہم تو ہٹ ہی نہیں سکتے احمدیت سے۔

تو یہ ہے سارا تماشا جو وہاں ہو رہا ہے اور جس کے نتیجے میں یہ سمجھتے ہیں کہ احمدیت کو مٹا دیں گے۔ ان کے بس کی بات کہاں ہے احمدیت مٹانے والی۔ ان سے زیادہ طاقتور مذہبی لیڈر ان کے آباؤ اجداد تھے جو ناکیں رگڑتے چلے گئے زمین کے ساتھ لیکن احمدیت کو مٹا نہیں سکے۔ ہر مخالفت کے دور کے بعد احمدیت بڑی ہو کر نکلی ہے اللہ کے فضل کے ساتھ۔ اس لئے نہیں کہ ہم طاقتور ہیں، اس لئے کہ ہمارا خدا طاقتور ہے، وہ ہماری پُشت پر کھڑا ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے جو جماعت احمدیہ کو مٹا سکے اور یہ سبق اگر آج نہیں سمجھیں گے تو کل ان کو سمجھنا پڑے گا لیکن ہر دن جو گزر رہا ہے، ہر رات جو آ کے چلی جاتی ہے جماعت کے لئے پہلے سے زیادہ بہتر حال چھوڑ جاتی ہے، پہلے سے زیادہ نور عطا کر جاتے ہیں یہ بدلتے ہوئے حالات اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے تقویٰ میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، جماعت کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے جماعت کی قوت میں جماعت کے رُعب میں ہر پہلو سے جماعت آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے اور ابھی تو بندھن ہیں یہاں کے اور بہت سے لوگ ملک کے کمزور ہیں۔ جہاں بندھن نہیں ہیں یعنی بیرونی دنیا میں وہاں جماعت کی ترقی اس سے بہت ہی زیادہ تیز رفتار ہو گئی ہے خدا کے فضل کے ساتھ۔

بہرحال ان لوگوں کا ذکرِ خیر کبھی کبھی ہوتے رہنا چاہئے اس کے ساتھ ان کو بھی حوصلہ ہو گا یاد رہے گا کہ ساری جماعت دنیا کی ہمیں یاد رکھتی ہے۔ سب دنیا کی طرف سے جماعت کی عزت اور وقار کی سر بلندی کا موجب ہے یہ۔ اس لئے ہمیں لازماً ان کو ہمیشہ یاد رکھنا ہو گا اور محبت کے ساتھ اور

ادب کے ساتھ اور احترام کے ساتھ یادرکھنا ہوگا۔ دعاؤں کے ذریعے ان کو تقویت دینی ہوگی کیونکہ حقیقت میں ساری طاقتیں آسمان ہی سے آتی ہیں۔

رات جو میں نے رؤیا دیکھا جس کے نتیجے میں مجھے محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ یہ پسند فرماتا ہے کہ اس ذکر کو پھر چھیڑا جائے وہ یہ تھا کہ ایک کمرے میں کچھ ایسے اسیرانِ راہ مولا اور دیگر دکھ اُٹھانے والے دکھائے گئے جن میں سے بعض کے چہرے پر تھوڑی سی تھکاوٹ کے آثار تھے، کچھ پژمردگی سی تھی اور کچھ ایسے تھے جو باہمت بیٹھے ہوئے تھے ان کو کوئی پرواہ محسوس نہیں ہوتی تھی لیکن عجیب بات ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جسے میں معین طور پر پہچان سکتا یعنی جتنے بھی بہت ہی عزیز اور پیارے قید ہیں ان میں سے کوئی معین آدمی سامنے نہیں آیا بلکہ معلوم ہوتا ہے خدا تعالیٰ ایک عمومی تصویر دکھانا چاہتا تھا کہ یہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ بعض جو ذرا سے پژمُردہ تھے، زیادہ نہیں لیکن معمولی سے چہرے پر سائے سے تھے غم کے ان کی خاطر میں نے ان کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم آپ کے لئے وہ سب کچھ کر رہے ہیں جو انسان کی طاقت میں ہے۔ کوئی خانہ نہیں ہے جو ہم نے خالی چھوڑا ہو، کوئی اسباب کا ایسا امکانی ذریعہ نہیں ہے جس کی ہم نے شدت کے ساتھ پیروی نہ کی ہو، تلاش کر کے ان راہوں پر نہ چلے ہوں جن سے آپ کو کسی قسم کی مدد مل سکتی ہو لیکن محض یہ زمینی ذرائع نہیں ہیں جو ہم نے اختیار کئے ہیں یا کر رہے ہیں، ہم آسمان کی طرف بھی متوجہ ہیں اور یہ کہتے کہتے میں دیکھتا ہوں کہ ان چہروں پر بشاشت آجاتی ہے اور ایک عجیب عزم آجاتا ہے، لگتا ہے کیفیت ہی بدل گئی ہے ان کی حالت کی، ایک نیا ولولہ ہے جو ان چہروں سے ٹپکنے لگا ہے۔ چنانچہ میں پھر اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتا ہوں کہ آسمان میں بھی جتنے کونے ہیں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان سب کونوں تک ہم پہنچیں گے جن تک ہم نہیں بھی پہنچ سکے ان تک بھی پہنچیں گے اور کبھی آپ کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے، کبھی آپ سے بے وفائی نہیں کریں گے۔ ہر آسمانی کونے پر ہم جائیں گے اور جو کچھ ہمارے بس میں ہے ہم آپ کے لئے کوشش کریں گے۔

جب آسمان کے کونے کہتا ہوں تو یہ چار کونے ذہن میں نہیں ہیں بلکہ یہ نقشہ ہے کہ آسمان پر بہت سے مخفی خانے ہیں۔ کونے ان معنوں میں کہ نظر سے اوجھل ہیں اور ان میں ہمارے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے منفعتیں ہیں اور مصلحتیں ہیں۔ تو مراد یہ ہے کہ ہم ان کی بھی تلاش کریں گے اور

ان تک بھی پہنچیں گے اور کسی حالت میں بھی اس جہاد کو ہم چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ یہ کہنے کے بعد مجھے اچانک خیال آتا ہے کہ یہ کہیں گے کہ زمین تک تو تم پہنچ سکتے ہو ہم مان لیتے ہیں ہر کوشش تم نے کی ہوگی لیکن آسمان کی بلندیوں پہ کس طرح جاؤ گے اور کس طرح آسمان کے ہر کونے میں ہمارے لئے منفعتوں کی تلاش کرو گے؟ یہ سوال اٹھتے ہی میرے ذہن میں جواب آتا ہے اور میں ان کو یہ بتاتا ہوں یا بتانے لگتا ہوں کہ اس کے بعد رفتہ رفتہ وہ خواب، ایک دم تو نہیں مگر رفتہ رفتہ جیسے بالکل غائب ہو جاتی ہے اور مکمل ہو جاتی ہے۔ وہ دو باتیں جو میرے ذہن میں آتی ہیں جو ان کو میں پوری طرح بتا نہیں سکا کیونکہ اس کے بعد رفتہ رفتہ وہ خواب غائب ہوگئی، وہ یہ تھی کہ اس دنیا میں بھی جو ہم کوشش کرتے ہیں وہ ساری کہاں کر سکتے ہیں اور ان کوششوں کی حیثیت کیا ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ ان کوششوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ صرف ہمارا اخلاص دیکھتا ہے ہماری نیتیں جانچتا ہے۔ یہ معلوم کر لیتا ہے کہ ہم کمزوروں کی طاقت میں جو کچھ بھی تھا وہ سب کچھ ہم نے صرف کر دیا پھر یہ خدا کی طاقت ہے جو دنیا کے سارے ذرائع کو ہمارے حق میں حرکت میں لے آتی ہے اور گویا ہم نے دنیا کی ہر امکان کی چھان بین کر لی اور ہر امکان سے استفادے کی کوشش کر لی۔ میں نے کہا جب میں یہ کہنا چاہتا ہوں ان کو تو مراد یہ نہیں تھی کہ ہم نے واقعۃً ہر سبب کو اختیار کر دیا ہے ہر ذریعے سے تمہاری مدد کی ہے مراد یہ ہے کہ ہم میں جتنی طاقت تھی وہ ہم نے کر دیا لیکن خدا نے اس کو قبول کیا ہے اور خدا نے اب سارے ذرائع کو متحرک کرنا ہے۔ اسی طرح آسمان کا معاملہ ہے ہم تو جتنی ہماری پہنچ ہے اس کے مطابق ہی کریں گے **لیکن جب میں وعدہ کرتا ہوں کے سب کونوں تک پہنچیں گے تو مراد یہ ہے کہ ہمارا خدا سب کونوں تک ہمیں پہنچائے گا اور ہمارا خدا ہر کونے میں مخفی مصلحتوں کو بروئے کار لائے گا اور متحرک فرمادے گا۔**

یہ ہے وہ جو میں ان کو مضمون سمجھانا چاہ رہا ہوں خواب میں۔ مجھ پہ پوری طرح واضح ہو گیا لیکن اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ خواب ختم ہوگئی لیکن دوسرا پہلو بھی مجھ پر واضح ہے وہ بھی میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں وہ یہ تھا کہ ایک لمحے کے اندر خدا تعالیٰ یہ دونوں باتیں مجھے سمجھاتا ہے۔ دوسرا یہ تھا کہ ہم مرنے کے بعد جو لافانی اجر پاتے ہیں اس لافانی اجر پانے میں تو کوئی بھی بظاہر انصاف نہیں پایا جاتا۔ ہماری عمر چھوٹی سی، ہماری دنیا کی نیک کوششیں بالکل معمولی اور حقیر اور جب ہم مر جاتے ہیں تو اجر لافانی ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ اس کو لافانی نہیں ہونا چاہئے اس اجر کو کچھ عرصے

بعد جب ہماری کوششوں کا پھل ختم ہو جائے، ہماری کمائی جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک جا کر وہ پھل رُک جانا چاہئے۔ میں نے کہا یہ بھی وہی بات ہے اس کا وہی فلسفہ ہے کہ خدا تعالیٰ یہ بتاتا ہے کہ اگر تم ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے جاؤ تو تب بھی وہ نیک اعمال اس تکمیل کے ساتھ نہیں کر سکتے جو میری رضا کا اس حد تک موجب بن جائیں کہ میں تمہیں لافانی اجر دوں کیونکہ جہاں بھی تمہارا اجر کاٹوں گا وہیں تمہاری کوشش فانی ہو جائے گی اور محدود ہو جائے گی اور اس کے بعد کا زمانہ پھر لافانی ہے۔ اس لئے فانی کو لافانی سے کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر لافانی اجر کے لئے لافانی محنت درکار ہو تو پھر اجر کا دور آ ہی نہیں سکتا اور اگر فانی اجر کے ذریعے لافانی خدا نے دینا ہی ہے تو پھر لمبی تکلیف کیوں دے پھر وہ تھوڑی سی آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کے بعد لافانی اجر کا سلسلہ شروع فرما دیتا ہے۔

یہ مضمون خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ میں ان کو تسلی دوں کہ ان معنوں میں ہماری پہنچ آسمان کے ہر کونے تک ہو گی کہ ہم چھوٹی سی بھی چھلانگ لگائیں گے تو خدا اس کی پہنچ کو آسمان کی بلندیوں اور رفعتوں تک ممتد فرما دے گا اور چند کونوں کی بھی تلاش کریں گے تو سب کونوں تک ہماری کوشش کا اثر پہنچ جائے گا۔

پس چونکہ یہ پیغام بہت اہم تھا اور میں سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب بھی فضل لے کے آئے گا اسی طرح جماعت پر فضل لے کے آئے گا۔ خواب میں یہ سب جو مجھے بتایا گیا ہے یہ دراصل صرف ان کے لئے نہیں ساری جماعت کو بتانے والا تھا اور اس ذکر سے میں امید رکھتا ہوں کہ پاکستان میں تکلیف اٹھانے والوں کو نئے حوصلے ملیں گے، نیا ان میں توکل پیدا ہو گا اللہ تعالیٰ پر اور ان کے ایمان میں جو خدا کے فضل سے پہلے ہی مضبوط ہیں ایمان کو نئی مضبوطی عطا کی جائے گی۔ بہر حال ان کو دعاؤں میں یاد رکھنا ہمارے فرض ہے۔ ان کے ذکر کو زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے، اپنی محافل میں بھی اپنے دیگر مشاغل میں بھی۔ ذکر کے ذریعے بھی ان کو زندہ رکھیں اور دعاؤں کے ذریعے بھی ان کی مدد کرتے رہیں کیونکہ وہ ہم سب کا فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں ہم سب کا بوجھ اٹھانے والے لوگ ہیں اللہ ان کی نصرت فرمائے اور ان کی مشکلات کو جلد تر آسان فرما دے۔ آمین

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

ابھی نماز جمعہ کے ساتھ نماز عصر بھی جمع ہو گی کیونکہ موسم کافی خراب ہے اور جو باہر سے

دور دور سے لوگ آنے والے ہیں وہ شاید جلدی گھروں میں واپس جانا چاہیں۔

دوسرا اعلان یہ ہے کہ نماز عصر کے معاً بعد بعض مرحومین کی نماز جنازہ غائب ہوں گی۔

ان میں ایک ہمارے سیٹھ محمد اعظم صاحب مرحوم کی اہلیہ عزیزہ بیگم صاحبہ تھی جن کو ہم بڑی بھابی کہا کرتے تھے۔ بہت ہی محبت کرنے والی، اخلاص کا تعلق رکھنے والی۔ میری والدہ کے ساتھ ان کا بہت تعلق تھا اس لئے عملاً تو ہم خالہ کے طور پر ہی سمجھا کرتے تھے لیکن بچپن سے بڑی بھابی کہنے کی عادت تھی۔ بڑی حوصلے کی خاتون تھیں، بڑے شدید صدمے برداشت کئے انہوں نے آخری عمر میں اس کے باوجود حیرت انگیز صبر کا مظاہرہ کیا۔ تو ان کی وفات کی اطلاع ملی ہے۔

اسی طرح ہمارے ایک مبلغ سلسلہ عبدالقدیر صاحب فیاض کی بیگم بڑی لمبی تکلیف دہ بیماری کے بعد وفات پا گئی ہیں امۃ الباسط صاحبہ۔ یہ عبدالقدیر صاحب فیاض تنزانیہ میں مبلغ سلسلہ ہیں۔

اسی طرح ہمارے ایک مشرقی بنگال کے بہت پرانے خاندان جو چوہدری ابوالہاشم خان صاحب کا خاندان ہے اس خاندان میں بھی صدمہ پہنچا ہے۔ ابوالقاسم انصر صاحب مرحوم جو نائب امیر صوبائی تھے ان کی بیگم صاحبہ کی وفات کی اطلاع ملی ہے، یہ جنرل امجد ریٹائرڈ کی والدہ تھیں۔

اسی طرح نظام الدین صاحب جو محمد امتیاز خالد صاحب (سابق) مربی سلسلہ قلعہ کالروالا کے والد تھے۔ غرضیکہ اور بھی بہت سے لوگوں کی وفات کی اطلاع ملی ہے۔ چودہ کی فہرست ہے یہ۔ میں نے کہا تھا کہ جمعہ سے پہلے اعلان کر دیا جائے تا کہ لوگوں کے ذہن میں حاضر ہو۔ تو ان سب کی انشاءاللہ نماز جنازہ غائب عصر کی نماز کے معاً بعد پڑھائی جائے گی۔